جمنا کے تئیں لاپروائی سے پیاسی دہلی

پنکج چترویدی

تجزیہ

”ریور“ سے ”سیور“ بن گئی دہلی میں جمنا کو نئی زندگی دینے کے لیے آج سے تقریباً 9 سال پہلے نیشنل گرین ٹریبونل یعنی این جی ٹی نے ایک حکم جاری کیا تھا کہ دہلی میں ندی کا جہاں تک بہاؤ ہے یعنی اس کا فلڈ پلین یا کچھار ہے، اس کی حد بندی کی جائے، تاہم گرمیوں میں جمنا کے ذریعے چھوڑی گئی زمین پر قبضہ کرنے میں نہ سرکاری محکمے پیچھے رہے اور نہ ہی زمین مافیا۔

ایک کمیٹی بھی بنائی گئی تھی جسے اس جگہ کو نشان زد کرنا تھا جہاں اپنے مکمل جوبن پر آنے پر ندی کی زیادہ سے زیادہ توسیع ہوتی ہے۔ نہ کبھی کسی نے جانا کہ ساون- بھادوں میں جب ندی میں جم کر پانی ہوتا ہے تو اسے اطمینان سے بہنے کے لیے کتنی زمین چاہیے اور نہ ہی کبھی فکر کی گئی کہ ندی کی گہرائی کم ہونے سے کس طرح آبی نظام درہم برہم ہو رہا ہے۔ یہ بات سرکاری بستوں میں درج ہے کہ جمنا کے دہلی میں داخلے وزیرآباد بیراج سے لے کر اوکھلا بیراج تک کے 22 کلومیٹر میں 9700 ہیکٹیئر کی آب گیری زمین پر اب پختہ تعمیرات ہوچکی ہیں اور اس میں سے 3638 ہیکٹیئر کو دہلی ڈیولپمنٹ اتھارٹی خود قانونی بنا چکی ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہاں پوری طرح سرکاری تجاوزات ہوئیں- جیسے 100 ہیکٹیئر میں اکشر دھام مندر، کھیل گاؤں کا 63.5 ہیکٹیئر، یمنا بینک میٹرو ڈپو 40 ہیکٹیئر اور شاستری پارک میٹرو ڈپو 70 ہیکٹیئر۔ اس کے علاوہ آئی ٹی پارک، دہلی سکریٹریٹ، مجنوں کا ٹیلہ اور ابوالفضل انکلیو جیسے بڑے قانونی اور غیر قانونی تجاوزات میں اب بھی ہر سال اضافہ ہورہا ہے۔ جب دہلی بسی ہی اس لیے تھی کہ یہاں جمنا بہتی تھی، تو جان لیں کہ دہلی بچے گی بھی تبھی جب جمنا بہتی رہے گی۔ دہلی کی پیاس اور سیلاب دونوں کا حل جمنا میں ہی ہے۔ یہ بات کوئی پیچیدہ راکٹ سائنس نہیں ہے لیکن بڑے بڑے ٹھیکے، بڑے دعوے، ندی سے نکلی زمین پر اور زیادہ قبضے کا لالچ جمنا کو زندہ نہیں رہنے دے رہا ہے۔

یہ سمجھنا ہوگا کہ اراولی سے چل کر نجف گڑھ جھیل میں ملنے والی صاحبی ندی اور اس جھیل کو جمنا سے جوڑنے والی قدرتی نہر کا نالہ بننا ہو یا پھر سرائے کالے خاں کے پاس بارہ پلا یا پھر ساکیت میں کھڑکی گاؤں کا سات پلا یا پھر لودھی گارڈن کی نہریں، درحقیقت یہ سب جمنا میں جب کبھی استطاعت سے زیادہ پانی آجاتا تو اسے جوہڑ-تالاب میں سنبھال کر رکھنے کا ذریعہ تھیں۔ شہر کو چمکانے کے نام پر ان سبھی صدیوں پرانے ڈھانچوں کو تباہ کیا گیا، اس لیے نہ اب بارش کا پانی تالاب میں جاتا ہے اور نہ ہی بارش کے دنوں میں سڑکوں پر پانی جمع ہونا رُک پاتا ہے۔ این جی ٹی ہر سال حکم دیتا ہے لیکن سرکاری محکمے بھی کاغذ کی کشتیاں چلا کر ان احکامات کو پانی میں ڈبو دیتے ہیں۔

دہلی میں زیادہ تر جگہوں پر پکی سڑکیں یا گلیاں ہیں، یعنی یہاں بارش کے پانی کو کم سے کم بربادی کے ساتھ جھیلوں اور تالابوں تک پہنچانا آسان ہے، بدقسمتی سے اس شہر میں بارش کا اسّی فیصد پانی گندے نالوں کے ذریعے ندی تک پہنچنے میں ہی برباد ہو جاتا ہے۔ پھر ندی بھی اپنی گنجائش سے 50 فیصد کم چوڑی اور گہری رہ گئی ہے اور اس میں بارش کے پانی سے زیادہ فضلات اور صنعتی کچرا آتا ہے۔ جمنا کی گہرائی کم ہونے کا جو برا اثر ہوتا ہے، اسے سمجھنے کے لیے وزیرآباد واٹر پلانٹ کی مثال ہی کافی ہے۔ یہ پلانٹ وزیرآباد بیراج کے قریب بنائے گئے ریز روائر سے پانی لیتا ہے۔ اس آبی ذخائر کی گہرائی 4.26 میٹر تھی۔ اس کی گاد کو صاف کرنے کے بارے میں کسی نے سوچا نہیں اور اب اس میں ایک میٹر سے بھی کم 0.42 میٹر پانی بھرنے کی صلاحیت رہ گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 134 ایم جی ڈی گنجائش والا پلانٹ آدھا پانی بھی نہیں نکال پا رہا ہے۔

آج تو دہلی پانی کے لیے پڑوسی ریاستوں پر منحصر ہے لیکن یہ کوئی تکنیکی اور دور رس حل نہیں ہے۔ دہلی شہر کے پاس جمنا جیسی ہمیشہ بہنے والی ندی کا 42 کلومیٹر لمبا حصہ ہے۔ اس کے علاوہ 600 سے زیادہ تالاب ایسے ہیں جو کم بارش ہونے کے باوجود سال بھر میٹروپولیٹن شہر کو پانی سپلائی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر دہلی کی حدود میں جمنا کی صفائی کے ساتھ ساتھ گاد کو نکال کر اس کی مکمل گہرائی حاصل کی جائے، اس میں تمام نالے گندا پانی چھوڑنا بند کردیں تو صرف 30 کلو میٹر ندی، جس کی گہرائی دو میٹر ہو تو اس میں اتنا صاف پانی سال بھر رہ سکتا ہے

جس سے دہلی کے ہر گھر کو وافر مقدار میں پانی مل سکتا ہے۔ واضح ہو کہ گرمیوں میں ندی کا بہاؤ کم ہوتا ہے لیکن اگر گہرائی ہوگی تو پانی کا مستقل ذخیرہ رہے گا۔ ہریانہ حکومت اسرائیل کے ساتھ مل کر جمنا کی کایا پلٹ کا منصوبہ بنا رہی ہے اور اس سمت میں ہریانہ کے محکمہ آب پاشی نے اپنے سروے میں پایا ہے کہ جمنا میں گندگی کی وجہ سے دہلی میں سات ماہ پانی کی قلت رہتی ہے۔ دہلی میں جمنا، گنگا اور زیر زمین پانی سے روزانہ 1900 کیوسک پانی کا استعمال ہوتا ہے۔ اس میں سے 60 فیصد یعنی تقریباً 1100 کیوسک سیوریج کا پانی جمع ہوتا ہے۔ اگر اس پانی کو صاف کرکے جمنا میں ڈالا جائے تو جمنا صاف رہے گی اور دہلی میں پینے کے پانی کی قلت بھی دور ہوجائے گی۔ 2019 میں جمنا کے کناروں پر ایک تجربہ کیا گیا تھا- وہاں گہرے گڑھے بنائے گئے تھے تاکہ جب پانی جمع ہو تو ان کے ذریعہ زمین میں جذب ہو جائے۔ اس کے اچھے نتائج سامنے آئے۔ پھر اس منصوبے میں زمین کے مقابلے کاغذ پر زیادہ گڑھے کھودے جانے لگے۔ دہلی میں جمنا، گنگا اور زیر زمین پانی سے روزانہ 1900 کیوسک پانی کا استعمال ہوتا ہے۔ اس میں سے 60 فیصد یعنی تقریباً 1100 کیوسک سیوریج کا پانی جمع ہوتا ہے۔ اگر اس پانی کو صاف کرکے جمنا میں ڈالا جائے تو جمنا صاف رہے گی اور دہلی میں پینے کے پانی کی قلت بھی دور ہوجائے گی۔ 2019 میں جمنا کے کناروں پر ایک تجربہ کیا گیا تھا- وہاں گہرے گڑھے بنائے گئے تھے تاکہ جب پانی جمع ہو تو ان کے ذریعہ زمین میں جذب ہو جائے۔ اس کے اچھے نتائج سامنے آئے۔ پھر اس منصوبے میں زمین کے مقابلے کاغذ پر زیادہ گڑھے کھودے جانے لگے۔

ویسے این جی ٹی 2015 میں ہی دہلی کے جمنا کے کناروں پر ہر قسم کی تعمیرات پر پابندی عائد کرچکا ہے۔ اس سے بے پروا سرکاریں مان نہیں رہیں۔ ابھی ایک سال کے اندر ہی لاکھوں اعتراضات کے باوجود سرائے کالے خاں کے قریب ”بانس گھر“ کے نام سے ایک کیفے ٹیریا اور دیگر تعمیرات کی گئیں۔ جب دہلی بسی ہی اس لیے تھی کہ یہاں جمنا بہتی تھی، تو جان لیں کہ دہلی بچے گی بھی تبھی جب جمنا بہتی رہے گی۔ دہلی کی پیاس اور سیلاب دونوں کا حل جمنا میں ہی ہے۔ یہ بات کوئی پیچیدہ راکٹ سائنس نہیں ہے لیکن بڑے بڑے ٹھیکے، بڑے دعوے، ندی سے نکلی زمین پر اور زیادہ قبضے کا لالچ جمنا کو زندہ نہیں رہنے دے رہا ہے۔ یوں سمجھ لیں کہ ندی میں پانی کا رہنا پانی کے بحران کا ہی حل نہیں ہے بلکہ موسمیاتی تبدیلیوں کی مار کی وجہ سے شدید گرمی، سردی اور بارش کا سامنا کرنے کا بھی واحد حل ندی کا صاف پانی سے لبالب ہونا ہے۔

pc7001010@gmail.com

جب دہلی بسی ہی اس لیے تھی کہ یہاں جمنا بہتی تھی، تو جان لیں کہ دہلی بچے گی بھی تبھی جب جمنا بہتی رہے گی۔ دہلی کی پیاس اور سیلاب دونوں کا حل جمنا میں ہی ہے۔ یہ بات کوئی پیچیدہ راکٹ سائنس نہیں ہے لیکن بڑے بڑے ٹھیکے، بڑے دعوے، ندی سے نکلی زمین پر اور زیادہ قبضے کا لالچ جمنا کو زندہ نہیں رہنے دے رہا ہے۔

تشویش سے آگے کی بات

پریم پرکاش

جائزہ

گلوبل وارمنگ کے ساتھ پانی کے بحران کا معاملہ اب تشویش سے زیادہ حقیقت ہے۔ اس بارے میں آج کوئی ایک ملک نہیں، بلکہ پوری دنیا فکرمند ہے۔ بات کریں ہندوستان کی تو ایک ہی وقت میں خوفناک سیلاب اور بوند بوند پانی کے لیے ہاہاکار ملک کے مختلف حصوں میں نظر آرہا ہے۔ پانی کو لے کر ہندوستان کے لیے صورتحال اس لیے بھی سنگین ہے کہ دنیا کی کل آبادی میں ہندوستان کی حصہ داری 18 فیصد ہے، جبکہ عالمی تناسب کے لحاظ سے پینے کے لائق صاف پانی کے چار فیصد وسائل ہی یہاں دستیاب ہیں۔ ہم اکیلے اتنا زیادہ زیرزمین پانی ضائع کرتے ہیں، جتنا امریکہ اور چین مل کر کرتے ہیں۔ بات زراعت کی کریں تو زیرزمین پانی پر ہمارا انحصار سب سے زیادہ ہے۔ زراعت سے لے کر باقی تمام شعبوں میں پانی کے کفایتی استعمال پر ہمیں غور کرنا ہوگا۔

ہم اس مقام پر ہیں جب کامیابی سے زیادہ پہلے اور بعد کا فرق دیکھ سکیں۔ یہ فرق تب اور اہم معلوم ہوگا جب ہم اس نظریہ سے غور کریں کہ ہندوستان جیسے جغرافیائی اور نظریاتی فرق والے ملک میں کوئی اتفاق رائے قائم کرپانا آسان نہیں ہے۔ یہ بھی کہ ہندوستان میں پانی ریاست کا ایشو ہے۔

اچھی بات یہ ہے کہ آج جو صورت حال ہے اس میں اب حکومتوں کے لیے پانی مسئلہ نہیں، بلکہ مشن ہے۔ وقت کے ساتھ بدلتی حکومتوں کی یہ نئی حقیقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ کچھ دہائیوں میں آبی تحفظ کے تعلق سے دنیا کے نقشہ پر کئی ماڈل اُبھرے ہیں۔ تبدیلی کے اس سفر کی ایک سائیڈ پر سنگاپور جیسا چھوٹا ملک ہے تو دوسری سائیڈ پر ہندوستان جیسا بڑی آبادی اور جغرافیائی ملک۔ نئی حکومت کی تشکیل کے ساتھ ہی وزیراعظم نریندر مودی نے کچھ باتیں واضح طور پر ملک کے سامنے رکھی ہیں۔ انہوں نے جہاں ترقی یافتہ ہندوستان کی تعمیر کے تعلق سے اپنے عزم کو دہرایا، وہیں حکومت کی پہلے سے چل رہے منصوبوں کو آگے بڑھانے کی بات بھی کہی۔ اس بارے میں کابینہ کے ساتھیوں کو انہوں نے خاص طور پر کچھ ہدایتیں دی ہیں۔ البتہ، بڑھتے درجہ حرارت کے درمیان پانی کے مسئلہ کی جو صورتحال ملک کے دارالحکومت اور باقی حصوں میں ہے، اس میں ضرور حکومت کی پالیسی اور نظریہ کے تعلق سے کچھ باتیں کلیئر ہونے کی ہیں۔ بہرحال، بات پہلے سنگاپور کی۔ دنیا بھر میں سیر وتفریح کے لیے سب سے پسندیدہ مقام اور بزنس ڈیسٹینیشن کے طور پر سنگاپور کا نام پوری دنیا میں ہے۔

تین دہائی پہلے جب ڈیجیٹلائزیشن پر زور دیا گیا تو پوری دنیا کی کمپنیوں نے اپنے پروڈکٹس کو یہیں سے تمام ممالک میں بھیجنا اور مارکیٹنگ کرنا سب سے بہتر مانا۔ لیکن جیسا کہ آج وہاں کے لوگوں کو لگتا ہے کہ سنگاپور کی ایک دوسری پہچان بھی ہے جو زیادہ محرک ہے، زیادہ موزوں ہے۔ آنے والی چار دہائیوں کے لیے آج سنگاپور کے پاس واٹرمینجمنٹ کو لے کر ایسا بلیو پرنٹ ہے، جس میں آبی تحفظ سے پانی صاف کرنے تک پانی کی کفایت اور اس کے بچاؤ کو لے کر تمام طریقے شامل ہیں۔ سنگاپور کی خاص بات یہ بھی ہے کہ اس کا واٹرمینجمنٹ شہری علاقوں کے لیے خاص طور پر مفید ہے۔ غورطلب ہے کہ سنگاپور ایسا شہر- ملک ہے، جس کے پاس نہ تو کوئی نیچرل واٹریونٹ ہے، نہ ہی خاطرخواہ زمینی پانی کے ذخائر ہیں، اتنی اراضی بھی نہیں کہ بارش کے پانی کا ذخیرہ کرسکے۔ ایسے میں گندے پانی کو صاف کرنے، سمندری پانی کا کھارہ پن کم کرنے اور بارش کے پانی کے زیادہ سے زیادہ ذخیرہ کرنے کے ساتھ سنگاپور نے پانی سے وابستہ اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کا ایسا ماڈل تیار کیا، جو ایڈوانسڈ ٹیکنالوجی کے ساتھ سماجی تبدیلی کی بڑی مثال ہے۔ سنگاپور سے ہندوستان ترغیب تو حاصل کرسکتا ہے، لیکن ہمارے ملک کی آبادی اور جغرافیہ زیادہ مخلوط اور جامع ہے۔ لہٰذا پانی کو لے کر ہندوستانی درکار اور سروکار بھی کافی مختلف ہیں۔ اسے ہندوستانی سیاست میں ہوئی مثبت تبدیلی کے ساتھ حکومتی سطح پر آئی نئی منصوبہ بندی کی سمجھ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اب صفائی اور گھر گھر ٹونٹی سے پانی کی رسائی جیسا ایشو سال کے ایک یا دو دن نعروں- پوسٹروں سے آگے حکومت کی اعلان کردہ ترجیح ہے۔ ہندوستان پانی اور صفائی کے سوال کو نہ صرف منصوبہ بند اہداف میں، بلکہ آہستہ آہستہ فروغ پاتی عوامی شرکت اور بیداری کے طور پر بھی دیکھ اور سمجھ رہا ہے۔ 10 سال قبل نیویارک کے میڈیسن اسکوائر پر ہندوستانی برادری کو مخاطب کرتے ہوئے وزیراعظم مودی نے کہا بھی تھا کہ ہم گنگا کو صاف کرنے میں کامیاب ہوگئے تو یہ ملک کی 40 فیصد آبادی کے لیے بڑی مدد ثابت ہوگی۔

آج ہم اس مقام پر ہیں جب کامیابی سے زیادہ پہلے اور بعد کا فرق دیکھ سکیں۔ یہ فرق تب اور اہم معلوم ہوگا جب ہم اس نظریہ سے غور کریں کہ ہندوستان جیسے جغرافیائی اور نظریاتی فرق والے ملک میں کوئی اتفاق رائے قائم کرپانا آسان نہیں ہے۔ یہ بھی کہ ہندوستان میں پانی ریاست کا ایشو ہے۔ لہٰذا خاص طور پر ندیوں کو لے کر کسی یونیفائڈ پروجیکٹ پر اتفاق کے ساتھ آگے بڑھنا چیلنجنگ ہے۔ پانی کو لے کر ہندوستان کی صورت حال میں تبدیلی نظر آنے کی ایک بڑی بنیاد حکومت کی سمجھ اور پالیسی ہے۔ ملک میں حکومتوں کی منصوبہ بند تفہیم اور عزم میں نظر آئی کمزوری ہی رہی ہے کہ عقیدت سے لے کر معیشت تک کے لیے اہم ندیوں کو سینٹر میں رکھ کر دہائیوں تک کوئی فیصلہ کن قدم نہیں اٹھایا گیا۔ پانی کو لے کر کام کررہے تمام محکموں کو ساتھ لے کر 2019 میں وزارت جل شکتی کی تشکیل کے بعد پانی کے شعبہ میں ہم کافی آگے بڑھے ہیں۔

یہ سبقت گنگا سمیت کئی ندیوں کی ’کایا کلپ‘ سے وابستہ کوششوں سے لے کر امرت سرور مشن تک کئی سطحوں پر کامیابی کے اعداد وشمار کی شکل میں سامنے ہیں۔ نمامی گنگے دس سال کا سفر پورا کررہی ہے۔ وائلڈ لائف انسٹی ٹیوٹ آف انڈیا کی جانب سے 23-2020 تک کیے گئے سروے میں گنگا اور اس کی معاون 13 ندیوں میں 3936 ڈالفن ملی ہیں۔ یہ ملک میں ندی کے پانی کی شفافیت کی بہتر ہوئی صورت حال کا ثبوت ہے۔ نمامی گنگے کو اقوام متحدہ کا ماحولیاتی پروگرام (United Nations Environment Programme) اور اقوام متحدہ کی فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (ایف اے او) کے ذریعہ چلائے گئے ایک گلوبل موومنٹ کے تحت ٹاپ 10 ورلڈ ریسٹوریشن فلیگ شپ میں جگہ دی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کی یہ ستائش ہندوستان کی واٹر پالیسی اور وژن کی بڑی ٹیسٹی مونی ہے۔

آج ملک میں 14.85 کروڑ سے زیادہ دیہی کنبوں تک نل سے صاف پانی پہنچ رہا ہے۔ نوبل انعام یافتہ پروفیسر مائیکل کریمر کی ایک ریسرچ کے مطابق سبھی دیہی کنبوں تک کوریج کے ساتھ جل جیون مشن (پانی زندگی ہے مشن) کے عملدرآمد سے بچوں کی شرح اموات میں سالانہ 1.36 کروڑ کی کمی آئے گی۔ واضح ہو کہ پانی کے ساتھ منمانی کے خطرے کو سمجھتے ہوئے ملک آج ضروری جوابدہی اور سمجھداری کے دور میں ہے۔ آبی تحفظ کو لے کر معاشرہ اور حکومت کا ایک سمت میں آگے بڑھنا نہ صرف کارگر رہا ہے، بلکہ مستقبل کے خطرات کے لحاظ سے بھی ضروری پہل ہے۔

❑❖❑

آج ہم اس مقام پر ہیں جب کامیابی سے زیادہ پہلے اور بعد کا فرق دیکھ سکیں۔ یہ فرق تب اور اہم معلوم ہوگا جب ہم اس نظریہ سے غور کریں کہ ہندوستان جیسے جغرافیائی اور نظریاتی فرق والے ملک میں کوئی اتفاق رائے قائم کرپانا آسان نہیں ہے۔ یہ بھی کہ ہندوستان میں پانی ریاست کا ایشو ہے۔

اقوال زرّیں

❑ انسان کی حقیقت ان چیزوں میں نہیں ہوتی جو وہ ظاہر کرتا ہے، بلکہ ان چیزوں میں ہے، جنہیں وہ ظاہر نہیں کرتا۔

❑ اگر تم نے ہر حال میں خوش رہنے کا فن سیکھ لیا تو یقیناً تم نے دنیا کا سب سے بڑا فن سیکھ لیا۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA HYDERABAD

صدر جمہوریہ کا خطاب

کہتے ہیں کہ پوت کے پاؤں پالنے میں ہی نظر آجاتے ہیں۔ یعنی بچہ کے مستقبل کے آثار شروع میں ہی ظاہر ہوجاتے ہیں اور اسی کی بنیاد پر پوت کے نیک و بد ہونے، خوش اندام، خوش خصال اور خوش بخت یا بدبخت ہونے کی پیش گوئی کی جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح آج ہونے والی صدر جمہوریہ محترمہ دروپدی مرمو کی تقریر میں بھی مودی-3 حکومت کے انداز حکمرانی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ 18 ویں لوک سبھا کی تشکیل کے بعد دونوں ایوانوں سے خطاب کرتے ہوئے صدر جمہوریہ نے نہ صرف مودی حکومت کی کھل کر تعریف کی بلکہ اسے ہندوستان کی تاریخ کی سب سے بہتر حکمرانی قرار دیتے ہوئے ناکامیوں کیلئے اپوزیشن کو ہدف تنقید بھی بنا ڈالا۔ اس دوران خاتون صدر نے مودی حکومت کی افسانوی تعریف کرتے ہوئے ایمرجنسی کا بھی ذکر نکال ڈالا۔ نصف صدی گزرنے کے بعد ایمرجنسی کو یاد کرتے ہوئے صدر دروپدی مرمو نے کہا کہ یہ جمہوریت کیلئے ایک سیاہ دن تھا، جسے ہندوستان کا کوئی بھی فرد بھول نہیں سکتا۔ انہوں نے کہا کہ آنے والے چند مہینوں میں ہندوستان بطور جمہوریہ 75 سال مکمل کرنے والا ہے۔ ہندوستانی آئین نے گزشتہ دہائیوں میں ہر چیلنج اور امتحان کا مقابلہ کیا ہے۔ ملک میں آئین کے نفاذ کے بعد بھی آئین پر کئی حملے ہوچکے ہیں۔ 25 جون 1975 کو لگائی گئی ایمرجنسی آئین پر سیدھا حملہ تھا، جب اس کا نفاذ ہوا تو پورے ملک میں کھلبلی مچ گئی۔ ہم اپنے آئین کو عوامی شعور کا حصہ بنانے کی کوشش کررہے ہیں۔ این ای ای ٹی (نیٹ) پیپر لیک پر حکومت کے بجائے اپوزیشن کو مشورہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پیپر لیک ہونے اور امتحان میں بے ضابطگیوں کے معاملے کی اعلیٰ سطحی تحقیقات کی جارہی ہیں۔ پارٹی سیاست سے اوپر اٹھنے کی ضرورت ہے۔ سرکاری بھرتیوں اور امتحانات میں پاکیزگی اور شفافیت ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ بھی صدر جمہوریہ نے اور بھی بہت کچھ کہا۔ عہدہ کے وقار کا تقاضا ہے کہ محترمہ دروپدی مرمو کی تقریر کے ہر لفظ کو مقدس جان کر اسے حرز جان بنالیا جائے لیکن اس کا کیا کیجیے کہ احوال واقعی اس کی اجازت نہیں دیتے۔

صدر کے خطاب میں اپنی حکومت کی تعریف کوئی نئی بات نہیں ہے، اس سے قبل بھی یہی کچھ ہوتا رہا ہے۔ ہر عام انتخابات کے بعد پہلے اجلاس کے آغاز پر جب پہلی بار ایوان زیریں لوک سبھا کا اجلاس ہوتا ہے، صدر جمہوریہ راجیہ سبھا اور لوک سبھا دونوں سے خطاب کرتے ہیں۔ صدر کے خطاب میں بنیادی طور پر حکومت کی پالیسی ترجیحات اور آنے والے سال کے منصوبوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

محترمہ دروپدی مرمو نے بھی یہی کیا، اسے قبول کرلیا جانا چاہیے لیکن اپنی تقریر میں انہوں نے بے سبب اور بے محل ایمرجنسی کا ذکر اور پرچہ لیک معاملے میں اپوزیشن کو ہدف تنقید بنا کر یہ بتادیا کہ اگلے پانچ برس بھی ایسے ہی گزریں گے۔ کامیابی کا سہرا مودی حکومت کے سر باندھا جائے گا اور ناکامیوں کا سارا نزلہ اپوزیشن پر گرایا جائے گا۔ آج کی ناکامی چھپانے کیلئے ماضی کی غلطیاں کریدی جائیں گی، ملک کے عوام کو موضوع سے بھٹکانے کیلئے تاریخ کے کوڑے دان سے غلاظتیں نکال کر ناقدین کے جامے داغدار کیے جائیں گے اور اس کی آڑ میں مودی حکومت کی غیر علانیہ ایمرجنسی جاری رہے گی۔ اظہار رائے کی آزادی سلب کی جاتی رہے گی، جمہوری اصولوں کو پامال کرتے ہوئے حکمرانی کے آمرانہ تیور سے تمام مخالفین کو زیر کیا جاتا رہے گا۔ شہریوں کے حقوق تلف کیے جاتے رہیں گے۔ اقلیتوں اور دلتوں کے حقوق سلب کیے جاتے رہیں گے۔ مسلم بستیاں اجاڑی جاتی رہیں گی۔ قانون کی حکمرانی کے نام پر حکمرانوں کا اپنا خانہ ساز قانون لاگو کیا جائے گا۔ تفتیشی ایجنسیاں بغیر مقدمہ چلائے لوگوں کو گرفتار کرتی رہیں گی۔ عوام کے منتخب کردہ نمائندے حتیٰ کہ وزرائے اعلیٰ تک کی داد وفریاد کا گلا گھونٹا جاتا رہے گا۔ کھاؤں گا نہ کھانے دوں گا والی سرکار تمام قومی وسائل اور ذرائع اپنے پسندیدہ سرمایہ داروں میں تقسیم کرتی رہے گی اور وہ بغیر ڈکار کے ہضم کرتے رہیں گے۔ انتخابی بانڈز کے نام پر رشوت ستانی کو قانونی جواز فراہم کیا جائے گا۔ فوج کو ٹھیکہ پر لیے گئے نوجوانوں سے چلایا جائے گا۔ سرکاری اداروں میں بھرتیاں بند رہیں گی۔ امتحانات کے پرچے لیک ہوتے رہیں گے۔ بے روزگاری کا ذکر اور اپنے حق کا مطالبہ بغاوت ٹھہرے گا۔ شہریوں کو بھکاری کی طرح 5 کلو اناج دینے کے باوجود یہ کہا جائے گا کہ ہندوستان دنیا کی تیسری سب سے بڑی معیشت بن گیا ہے۔ افراط زر، مہنگائی اور بنیادی مسائل سے توجہ ہٹانے کیلئے مذہب کا استعمال کیا جاتا رہے گا۔

اہل نظر کا یہ شکوہ بجا ہے کہ صدر جمہوریہ دروپدی مرمو کا خطاب مودی-3 حکومت کے جمہور مخالف انداز حکمرانی کی تلخیص ہے۔

edit2sahara@gmail.com

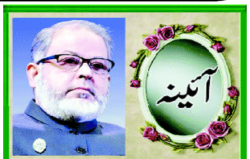

ایک بے شرم نے یہ ہم سے کہا تھا اک دن
میں نے ڈھونڈا ہے بہت جا کے ہر اک سو پانی
ایک چلّو کی تو اب بات ہی رہنے دیجے
ڈوب مرنے کو نہیں آدھا بھی چلّو پانی

اقبال فردوسی

’اسے ترقی کہتے ہیں‘

مکرمی!

صفحہ کھیل کھلاڑی کی شہ سرخی ”افغانستان سیمی فائنل میں، سچن اور سہواگ کی مبارکباد“ کے ضمن میں عرض ہے کہ ٹی-20 کرکٹ ورلڈ کپ کے آغاز میں ’چھپا رستم‘ سمجھی جانے والی افغانستانی ٹیم نے راشد خان کے زیرکپتانی شاندار کھیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے مضبوط نیوزی لینڈ، کرکٹ پاور ہاؤس آسٹریلیا اور سینئر بنگلہ دیش کو زیر کرکے سیمی فائنل میں جگہ بنا کر تاریخ رقم کردی جس کا جشن سارے افغانستان میں بڑے دھوم دھام سے منایا جارہا ہے، جس کا کریڈٹ ہیڈ کوچ جوناتھن ٹروٹ کے علاوہ راشد خان اور نوین الحق کو جاتا ہے جنہوں نے 4-4 وکٹیں چٹکا کر، ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ اس تاریخی کامیابی پر افغانی وزیر خارجہ امیر خان متقی نے کپتان راشد خاں کو بذات خود فون پر مبارکباد پیش کی۔ مزید، لیجنڈری سچن تیندولکر نے لکھا ’افغانستان کا فائنل میں پہنچنا لاجواب ہے، یہ جیت آپ کے عزم اور محنت کا نتیجہ ہے، آپ کی ترقی پر فخر ہے۔‘ وہیں ویریندر سہواگ نے تحریر کیا: ”کتنی شاندار فتح! نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا کو شکست دے کر سیمی فائنل تک رسائی کی۔ اسے ترقی کہتے ہیں۔ مبارک ہو!“

اظہر علی خاں
شرافت منزل، کوتوالان، رامپور-1

امن وامان کی تشویشناک صورتحال

مکرمی!

تلنگانہ کے دارالحکومت حیدرآباد میں آئے دن قتل کی وارداتیں پیش آرہی ہیں اور ریاست کے اضلاع میں فرقہ پرست عناصر شرانگیزی کرتے ہوئے مساجد ومدارس کو نشانہ بنا کر حملوں کے ذریعہ فسادات کروانا چاہتے ہیں جیسا کہ میدک میں بدترین غنڈہ گردی کی گئی تاکہ مسلمان خوفزدہ ہوں اور فرقہ وارانہ سیاست کو فروغ ملے۔ امن و امان کو بگاڑ کر سیاسی مفادات حاصل کرنے کی کوشش ہورہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں جہاں بھی کانگریس کی حکومت ہوتی ہے، وہاں فسادات ہوتے ہیں، کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ یا تو کانگریس کی حکومت ڈھیلی اور غیرفعال ہوتی ہے یا پھر فرقہ پرست اور شرپسند کانگریس مخالف عناصر حکومت کو بدنام کرنے اور اقتدار سے بے دخل کرنے کی سازش کرتے ہوئے فسادات کروانا چاہتے ہیں۔ بہرحال ایسا لگتا ہے کہ شاید کانگریس حکومت کا لاء اینڈ آرڈر پر مضبوط کنٹرول نہیں ہے جس کی وجہ سے فرقہ پرست سر اٹھا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ ماضی میں چندرابابو نائیڈو کی ایڈمنسٹریشن پر گرفت بہت مضبوط تھی چنانچہ شہر میں صفائی کا انتظام اور امن وامان کی صورتحال کافی بہتر تھی۔ چیف منسٹر ریونت ریڈی کو چاہیے کہ لاء اینڈ آرڈر پر اپنی گرفت مضبوط کریں اور امن وامان کو نقصان پہنچانے اور ان کی سرپرستی کرنے والے شرپسند عناصر کو آہنی پنجہ سے کچل دیں۔ نیز پولیس کو فعال، انصاف پسند اور غیر جانبدار بنائیں تاکہ عوام کے سب ہی طبقات چین سکون، اطمینان اور بھائی چارگی کے ساتھ رہ سکیں۔

زکریا سلطان -دبئی

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر وپبلشر ضیاء قادری نے سری سیشا سائی انٹر پرائزس‘ 98/1‘ کوآپریٹیو انڈسٹریل اسٹیٹ‘ گاندھی نگر‘ نزد بالانگر‘ میڑچل ضلع ملکاجگیری‘ حیدرآباد- 37 میں چھپوا کر اور سہارا منزل‘ سیکنڈ فلور‘ سیف آباد‘ روبرو تلنگانہ سکریٹریٹ‘ حیدرآباد- 63 سے شائع کیا۔
For Sahara India Mass Communication Printed & Published by Zia Qadri, Printed at Sree Sesha Sai Enterprises, 98/1, Co-Operative Industrial Estate, Gandhi Nagar, Near Balanagar, Medchal-Malkajgiri Dist. Hyd-37 and published from Sahara Manzil, 2nd Floor, Opp.TS Secretariat, Saifabad, Hyderabad-63.
روزنامہ راشٹریہ سہارا ○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی ■ Group Editor: Abdul Majid Nizami (editor.nizami@gmail.com) ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: محمد شہاب الدین پاشاہ * Resident Editor: Mohammed Shahabuddin Pasha (shahab_pasha@yahoo.com)
For News HYD.: rassahaurdu@gmail.com, Mob: +91 - 9885226377 / +91-8885226377 ■ Advt.: Email : saharadaily@yahoo.com ■ Advt. National: Email: adsahara@gmail.com Mob: +91-9891773434 / 9899452476
برائے نیوز ارسال واٹس ایپ: +91- 8885226377 ■ فون نمبر: 040 - 42006049 ■ فیکس: 040-23230323 ■ فون نمبرات سرکولیشن: Circulation: +91- 9866207440 ■ Website :- www.roznamasahara.com ■
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں
جلد: 18 شمارہ نمبر 265 R.N.I.No-APURD/2007/18610 Roznama Rashtriya Sahara (Hyderabad)
*اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار